٭٭٭ تقریر ٭٭٭

تقریر بابت خاندانِ مسیح موعودؑ
وقت 5-7 منٹ

سیرت حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔(الفجر:28-31)

اے نفسِ مطمئنہ! اپنے ربّ کی طرف لَوٹ جا، راضی رہتے ہوئے اور رضا پاتے ہوئے۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

میری ہر پیشگوئی خود بنادی
تری نَسلًا بَعِیْدًا بھی دکھادی

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے ”سیرت حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ“

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اکتوبر 1911ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور حضرت صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ جو کہ اُمِّ ناصر کے نام سے بھی جانی جاتی ہیں آپ کی والدہ تھیں۔ آپ حضرت مصلح موعودؓ کی سب سے بڑی بیٹی اور بچوں میں دوسرے نمبر پر تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ آپ سے بڑے تھے۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کا آخری زمانہ دیکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا پیار اور دعائیں حاصل کیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت بہت دینی اور روحانی ماحول میں ہوئی۔ آپ نے 1929ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ 1931ء میں میٹرک اور 1933ء میں ایف اے کیا۔ اس زمانے میں خواتین کا تعلیم حاصل کرنا اتنا عام نہ تھا اس لئے اس وقت حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کا دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم سے خود کو آراستہ کرنا عام رجحانات سے ہٹ کر تھا۔

مورخہ 2 جولائی 1934ء کو آپ کا نکاح حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے ساتھ ہوا جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار روپے حق مہر پر بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ قادیان میں پڑھایا۔ 26 اگست 1934ء کو بعد نماز عصر آپ کی تقریبِ رخصتانہ عمل میں آئی۔ آپ کے خطبہ نکاح کے موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے خدا تعالیٰ کے حقیقی عبد بننے اور اس کے تقاضوں کو نباہنے پر زور دیا اور فرمایا:

”حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح بسر کرے کہ گویا وادی غیر ذی زرع میں رہتی ہیں اور اپنے آپ کو دین کے لیے وقف کرے۔“

(خطبات محمود جلد 3 صفحہ 349)

چنانچہ اللہ کے فضل سے اس مقدس جوڑے نے بعینہٖ اسی طرح زندگی گزاری اور ساری عمر خدمتِ دین میں مصروف رہے۔

سامعین! حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ نے اپنی عباداتِ الٰہی، خدماتِ دینیہ و خدماتِ خلق کے ذریعے دنیاوی اور خاندانی جاہ و وجاہت میسر ہونے کے باوجود انتہائی بردباری، وقار، عجز و انکساری کے روشن پیکر تھیں۔ جب آپ کی عمر ابھی دس سال کی ہی تھی تو جلسہ سالانہ کے موقع پر دارالمسیح میں حضرت سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ کے ایک کمرہ کی مہمان نوازی کی ذمہ داری بخوبی انجام دے کر باقاعدہ خدمات دینیہ کا آغاز کیا۔ بعد ازاں ان کے حسنِ انتظام کے سبب اسی چھوٹی عمر میں کمروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ پھر جلسہ سالانہ پر منتظمہ روشنی، منتظمہ تقسیم کھانا، منتظمہ صفائی کے فرائض بخوشی سرانجام دیئے۔ پاکستان آنے کے بعد آپ کا قیام کچھ عرصہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں رہا اور کچھ عرصہ آپ کراچی میں بھی رہیں۔ لاہور میں آپ نے رمضان میں قرآن کریم کا درس بھی دیا۔ اسی طرح کراچی میں بھی سب سے پہلا درس رمضان المبارک میں آپ نے دیا۔ ربوہ آنے کے بعد 1951ء میں آپ لجنہ کی نائب جنرل سیکرٹری رہیں۔ 1952ء سے آپ کو جلسہ سالانہ کے شعبہ جلسہ گاہ کا انتظام سپرد کیا گیا اور آپ نے یہ ذمہ داری انتہائی احسن رنگ میں ادا کی۔ عمومی انتظامات کے علاوہ اسٹیج کا ٹکٹ آپ خود انتہائی ذمہ داری سے دیا کرتی تھیں اور جس کو اس قابل

نہیں سمجھتی تھیں اس کو ٹکٹ ایشو نہیں کرتیں۔ اس سلسلہ میں آپ کسی کا لحاظ نہیں کرتی تھیں۔ 1953ء میں لجنہ اماء اللہ ربوہ کو علیحدہ کر دیا گیا اور آپ نے 11 مئی 1953ء سے بطور صدر لجنہ کا کام سنبھالا۔

(تاریخ لجنہ جلد دوم صفحہ 347)

آپ لمبا عرصہ تک بطور صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ خدمت بجالاتی رہیں اور لجنہ ربوہ کی تربیت بہت فعال رہ کر کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی والدہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"پھر جب لمبا عرصہ لجنہ کی صدر رہی ہیں تو یہ کوشش تھی کہ ربوہ کی پوزیشن ہمیشہ پاکستان کی تمام مجالس میں نمایاں رہے، اس کے لئے بھرپور کوشش کرتی تھیں۔ صرف نمبر لینے کے لئے نہیں، جس طرح کہ بعض صدرات کا یا ذیلی تنظیموں کے قائدین وزعماء کا کام ہوتا ہے بلکہ اس سوچ کے ساتھ کہ ربوہ میں خلیفۂ وقت کی موجودگی ہے اس لئے بھی کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ چراغ تلے اندھیرا۔ کہ خلیفہ وقت کی موجودگی کے باوجود ان کا معیار دوسروں سے نیچے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود تھی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 اگست 2011ء)

سامعین! آپ نے اپنی ہر لجنہ ممبر کو کہا ہوا تھا کہ درّثمین یا کلامِ محمود سے ہر اجلاس میں دو شعر یاد کر کے آؤ۔ تو لکھتی ہیں اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جہاں شعروں کے ذریعہ علم وعرفان اور روحانیت میں اضافہ ہوتا تھا وہاں اجتماعوں کے موقعوں پر بیت بازی میں ربوہ کی لجنہ اول آیا کرتی تھیں۔ آپ کی یہ کوشش تھی کہ ربوہ کی ہر بچی اور ہر عورت تربیت کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہو۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ اگر پردہ کے معیار کو گرا ہوا دیکھا تو سڑک پر چلنے والی کو، عورت ہو یا لڑکی یا لڑکیوں کو اس طرح چلتے دیکھا جو کہ احمدی لڑکی کے وقار کے خلاف ہے تو وہیں پیار سے اُس کے پاس جا کر اُسے سمجھانے کی کوشش کرتیں۔ بتاتیں کہ ایک احمدی بچی کے وقار کا معیار کیا ہونا چاہئے۔

آپ کو آپ کے خاوند صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کو شعر وشاعری سے بھی شغف تھا اور دونوں کو بے شمار اشعار یاد تھے۔ اس بارے میں حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"میرے والد حضرت مرزا منصور احمد صاحب کو بھی خاص طور پر درّثمین کے بہت سے شعر زبانی یاد تھے اور یہ جو درّثمین کی ایک لمبی نظم ہے "اے خدا اے کارساز وعیب پوش وکردگار" یہ تو مجھے لگتا تھا کہ پوری نظم یاد ہے اور سفر میں جب بھی ہم جاتے تھے بیت بازی کا مقابلہ شروع ہو جاتا تھا۔ ایک ٹیم ابا کی بن جاتی تھی ایک اُمی کی اور ہم بچوں کو بھی شوق پیدا کرنے کے لئے اپنے ساتھ ملا لیا کرتے تھے۔ اسی طرح اُمی کو قصیدہ یاد تھا۔ آخری عمر میں جب یہ محسوس کیا کہ یادداشت میں کمی ہو رہی ہے، بعض شعر یا الفاظ فوری طور پر یاد نہیں آتے تو میرے والد صاحب کی وفات کے بعد اپنی نواسیوں میں سے جو بھی ساتھ سوتی تھیں، اُسے قصیدہ والی کتاب پکڑا دیتی تھیں اور خود (زبانی) پڑھتی تھیں اور یہ روزانہ کا معمول تھا کہ ستّر اشعار والا جو قصیدہ " یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ "وہ مکمل ختم کر کے سوتی تھیں۔ آخر عمر تک بھی کہیں کوئی ایک آدھ مصرع بھول جاتی ہوں گی عموماً تمام شعر یاد تھے۔"

سامعین! حضرت ناصرہ بیگم صاحبہ قرآنِ کریم بڑے اہتمام سے غور کر کے پڑھتی تھیں۔ جب کام سے فارغ ہوتی تھیں تو علاوہ اس تلاوت کے جو صبح کی نماز کے بعد کیا کرتی تھیں، دس گیارہ بجے بھی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ قرآن کریم پڑھتی تھیں اور اس پر غور وفکر کرتی تھیں۔ آپ کا مطالعہ بڑا گہرا تھا۔ آپ نے چونکہ عربی پڑھی ہوئی تھی، عربی کتب بھی پڑھ لیتی تھیں اور اچھی عربی آتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ بھی گہرا تھا۔

آپ کی توجہ خدمتِ خلق کی طرف بہت تھی۔ ذاتی طور پر مستحق افراد کے حالات کا پتہ لگواتیں اور اُن کی جائز ضرورت کو پورا کرتیں۔ اس کے لیے اگر اپنے فنڈ میں بطور صدر رقم نہیں ہوتی تھی تو رقم جمع کرتیں، صاحب ثروت خواتین کو اس میں حصہ لینے کی طرف توجہ دلاتی تھیں۔ عیدین کے موقع پر مستحقین کے لیے کپڑے بنوانا، سردیوں گرمیوں کے کپڑے بھیجنا، ان کے بچوں کی فیسوں کی ادائیگی، ان کی کتب اور بے شمار ضروریات پوری کرتی تھیں۔ غریب لڑکیوں کی شادیوں پر ضرور اُن کی مدد کیا کرتی تھیں۔

آپ لوگوں سے بڑی خندہ پیشانی سے ملتی تھیں۔ مہمان نوازی کرتی تھیں۔ موسم کے لحاظ سے جو بھی چیز ہوتی تھی پیش کرتی تھیں۔ بچوں سے حسنِ سلوک ہوتا تھا۔ فراست اور قیافہ شناسی بھی بڑی تھی۔ چہرے دیکھ کر حالات کا اندازہ کر کے پھر حالات پوچھتیں اور اولاد کی تربیت کے بارے میں بھی دعاؤں اور نیک تدبیروں کی طرف توجہ دلاتیں۔

آپ ہمیشہ صاف ستھرے خوبصورت کپڑوں میں ملبوس رہتیں۔ رنگوں کی خوبصورتی اور کپڑوں کا خاص ذوق رکھتی تھیں۔ آپ کا جوڑا سجا ہوا، ٹکا لگا ہوا، قمیض، تنگ پائجامہ اور چُنے ہوئے لمبے دوپٹے پر مشتمل ہوتا۔ لیکن آپ کبھی بھی کپڑوں پر بہت زیادہ خرچ نہیں کرتی تھیں۔ سادہ سے جوڑے کو بہت اچھے طریقے سے پہنتیں جو کہ آپ کی شخصیت کو اور بھی ابھار دیتا تھا۔ آپ بہت صفائی پسند تھیں آپ کے گھر کا کونہ کونہ چمکتا نظر آتا تھا۔

سامعین کرام! چندوں کا حساب بڑی باقاعدگی سے رکھا کرتی تھیں۔ جائیداد سے جو بھی آمد ہوتی تھی پہلے چندہ وصیت اور جلسہ سالانہ پورا حساب سے، تحریکِ جدید، وقفِ جدید جو بھی وعدے ہوتے تھے اور اس کے علاوہ مختلف تحریکات میں اُن کا جو بھی حصہ ہوتا تھا، اُن کی ادائیگی کرتی تھیں اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک مَیں وہاں رہا ہوں یہ چندوں کی ادائیگی کا حساب مجھ سے کروایا کرتی تھیں۔ ادائیگی مجھ سے کروایا کرتی تھیں اور بار بار پوچھتی تھیں کہ حساب صحیح ہو کہیں کم ادائیگی نہ ہو جائے۔ بڑی فکر رہتی تھی۔ اُن کی مختلف جائیدادوں سے متفرق آمدنیاں تھیں، بعض دفعہ حساب میں اگر کہیں غلط فہمی ہو گئی اور جب بھی اُن کو دوبارہ حساب کر کے کہا کہ اس میں مزید اتنا چندہ ادا کرنا ہے تو فوراً ادا کر دیا کرتی تھیں اور اسی طرح چندہ مجلس عام طور پر اس میں لوگ سستی دکھا جاتے ہیں اُس کو بھی اپنی جو آمد تھی اس کے مطابق باقاعدہ دیا کرتی تھیں اور میرا خیال ہے شاید اس آمد کے حساب سے سب سے زیادہ ادائیگی اُنہی کی طرف سے ہوتی ہو کیونکہ بڑی باریکی میں جا کے حساب کیا کرتی تھیں۔ آپ کی مالی قربانی بھی نمایاں تھی۔ الفضل کے لئے جن تین چار افراد نے آغاز پر نمایاں مالی قربانی کی اُن میں سے ایک بابرکت وجود آپ کا تھا۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے اجراء پر احبابِ جماعت کے نام جو پیغام بھجوایا تھا اُس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اِس قربانی کا ذکر فرما کر احبابِ جماعت سے اپنی والدہ کے لئے دعا کی درخواست کی ہے۔

آپ کو خلافت سے بھی بہت محبت اور عقیدت تھی۔ آپ خلافت کا بہت احترام کرتی تھیں۔ اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"خلافت کے بعد میرے ساتھ تعلق میں ایک اور رنگ ہی آ گیا تھا۔ جب بھی فون پر بات ہوتی تھی تو مَیں اس کو محسوس کرتا تھا۔ جب دورے پر جانے سے پہلے فون کرتا تھا، اُن کو میری حالت کا پتہ تھا۔ ماں سے زیادہ تو کوئی نہیں جانتا، میرے انداز کا بھی پتہ تھا کہ بات مختصر کرتا ہوں، تھوڑی کرتا ہوں، کم بولتا ہوں۔ تو ہمیشہ یہی کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان میں تمہاری تقریروں میں برکت ڈالے اور خاص طور پر یہ کہتیں کہ مَیں نفل بھی پڑھ رہی ہوں اور ہر نماز پر کم از کم ایک سجدہ میں دعا بھی کرتی تھی، لیکن جب 2005ء میں قادیان میں خلافت کے بعد میری پہلی دفعہ ملاقات ہوئی ہے اُن سے تو میرے لئے ایک عجیب صورتحال تھی، ایک عجیب انوکھا تجربہ تھا۔ خلافت سے وہ تعلق جو مَیں نے اُن کی آنکھوں میں پہلے خلفاء کے لئے دیکھا تھا وہ میرے لئے بھی تھا۔ وہ بیٹے کا تعلق نہیں تھا وہ خلافت کا تعلق تھا جس میں عزت واحترام تھا۔ عزیزم ڈاکٹر ابراہیم منیب صاحب جو میر محمود صاحب کے بیٹے ہیں اُنہوں نے، اُن کا وہاں انٹرویو بھی لیا۔ مختلف پرانی باتوں کا انٹرویو لیا اُس میں میرا بھی ذکر آ گیا۔ انہوں نے بتایا بلکہ مجھے کیسٹ بھیجی ہے، اُس میں اُن کو وہاں ریکارڈ کروایا اور میرے متعلق بتایا کہ مَیں اب عزت واحترام اس لئے کرتی ہوں کہ وہ خلیفۂ وقت ہے۔ میری پیاری والدہ نے دین کے رشتے کو ہر رشتے پر مقدم رکھا۔ یہاں بھی خلافت کا رشتہ بیٹے کے رشتے پر حاوی ہو گیا۔ جب ملنے جاتا تو ان کی آنکھوں میں ایک خوشی اور چمک ہوتی تھی۔ چہرے پر خوشی پھوٹ رہی ہوتی تھی۔ قادیان میں جو دن گزرے اُس عرصے کے دوران جلسے کی مصروفیات سے جتنا وقت مجھے ملتا تھا، مَیں جاتا تھا تو پیار کرتیں اور ساتھ بٹھا کر کافی دیر تک باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ لیکن قادیان کا یہ عرصہ صرف پندرہ دن کا تھا۔ آخر میں بھی جب رخصت ہوئی ہیں۔ وہاں سے پہلے پاکستان واپس چلی گئی تھیں تو دعاؤں کے ساتھ رخصت ہوئیں۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹیوں اور تین بیٹوں سے نوازا جن میں محترمہ صاحبزادی امۃ الرؤف بیگم صاحبہ، محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ، صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب (مرحوم)، ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب اور ہمارے پیارے امام حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

سامعین! آپ کچھ سال مختلف عوارض کی وجہ سے کمزوری کی طرف مائل رہیں اور آخری چھ ماہ تقریباً صاحبِ فراش ہو گئیں۔ یہ عظیم خاتون، ایک عظیم ماں مورخہ 29 جولائی 2011ء شام بعمر 100 سال اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ 30 جولائی کو آپ کی میت آپ کی قیام گاہ سے بیت المبارک لائی گئی جہاں بعد نماز عصر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی قبر کے ساتھ آپ کی قبر بھی تیار کی گئی اور دعا کے بعد آپ کی تدفین کی گئی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد میں سے آپ نے سب سے زیادہ لمبی عمر پائی ہے۔ حضرت صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ تاریخِ احمدیت کی وہ عظیم خاتون تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عظیم نسبتیں عطا کی تھیں۔ آپ مہدیٔ دوراں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی، چار خلفائے احمدیت میں سے آپ کے عظیم والد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، آپ کے بھائی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور آپ کے لختِ جگر موجودہ امامِ وقت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہیں۔ اس کے علاوہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہی بیٹے حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی بہو بھی تھیں۔

سامعین! اپنی تقریر کا اختتام پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے اُن کے الفاظ کے ساتھ کرتا ہوں جو انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ کی یاد میں ان کے لیے دُعا کرتے ہوئے فرمائے۔

آپ فرماتے ہیں:

”ایک مرتبہ ایک جنازہ گزر رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ وہاں کھڑے تھے، صحابہ نے اُس مرنے والے کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا واجب ہوگئی۔ بعد میں یہ پوچھنے پر کہ کیا واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا۔ جنت واجب ہوگئی۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ثناء الناس علی المتین حدیث نمبر 1367)

کیونکہ جس کی نیکیوں کی لوگ تعریف کریں اللہ تعالیٰ اس کی بخشش کے سامان پیدا فرما دیتا ہے۔ میری والدہ کی وفات پر جو بیشمار تعزیتی خطوط آرہے ہیں اور جن سے اُن کا براہِ راست واسطہ پڑتا رہا، سب ہی اُن کے مختلف اوصاف کی تعریف لکھ رہے ہیں۔ پس مختلف لوگوں کے یہ خطوط اور جو مَیں نے اُنہیں دیکھا ہے اُس سے امید ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس دعا کو کہ 'میں رحمت کی تیری رِداء چاہتی ہوں' قبول کرتے ہوئے اپنی مغفرت اور رحمت کی چادر میں لپیٹ لیا ہوگا۔

اے میرے پیارے خدا! تو میری والدہ سے وہ سلوک فرما جو اُس نے اپنی اس دعا میں تجھ سے چاہا اور ہم جو اُن کی اولاد ہیں ہمیں بھی اس مضمون کو سمجھنے والا بنا۔ ہمیں بھی اس دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹے رکھنا اور ہم کبھی اُن توقعات سے دور جانے والے نہ ہوں جو آپ نے اپنی اولاد سے کیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اُن کی آئندہ نسلوں کو بھی اپنی رضا کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 اگست 2011ء)

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✿✿✿✿